OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: ***Lahore Insititute for Social Scicnces, Lahore.***

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
July-Dece-2023
Vol:* 4*, Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

Muhammad Asif Haroon[1]

Sana Ullah[2]

حقوق نسواں: وزیرستانی سماج اور اسلامی تعلیمات ایک جائزہ

Feminism: A Study Wazīristān Society and Islamic Teachings

Abstract

According to Sharī'ah both men and women are equal as human beings. Where Islam mentions the rights of men, it also mentions the rights of women. From the worldly point of view, although men have superiority over women, they have not allowed to neglect the rights of women. And Islam has brought women to a position that has not been reached by any civilization and religion in the history of the world. Therefore, before the arrival of Islam in the Arab society, women were very oppressed, and she was considered the cause of all evils, they even used to kill them alive, but Islam gave women real freedom, gave them the right to live, blessed them with other social rights, and gave them rights that were impossible to imagine before Islam. Sharī'at Muṭahhirah has clarified all the orders regarding the rights of men and women. But still many people neglect it nowadays. Therefore, in our Waziristan

1 Lecturer Islamic studies, Govt Graduate college civil lines Sheikhupura

2 M.phil Scholar (Islamic Studies) Qurtuba University D I Khan

society, many problems related to the rights of women have arisen, such as the problem of marriage, the problem of dowry, the problem of divorce, the problem of divorce, the problem of annulment of marriage (missing, madman), the problem of inheritance, the problem of education etc. And these problems have become very serious. Even some issues have become customary due to which women's rights are being violated as well as opposition to Islamic teachings. Therefore, in the article under review, the solution of the above-mentioned problems related to women's rights in Waziristan society and Islamic teachings will be discussed.

Keywords: Waziristan, women's rights, society, the issue of marriage, the issue of dowry

شریعت مطہرہ کے مطابق بحیثیت انسان مرد اور عورت دونوں برابر ہیں- جہاں پر اسلام نے مردوں کے حقوق کا تذکرہ کیا ہے وہاں پر عورتوں کے حقوق کا تذکرہ بھی ہے- دنیاوی اعتبار سے اگرچہ مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے لیکن عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی اجازت نہیں دی ہے- اور اسلام نے عورت کو اس مقام پر پہنچایا ہے جو دنیا کی تاریخ میں کسی تہذیب اور مذہب نے نہیں پہنچایا ہے، چنانچہ عرب معاشرہ میں اسلام کی آمد سے پہلے عورت نہایت مظلوم تھی، اور اس کو تمام برائیوں کا سبب قرار دیا جاتا تھا، حتیٰ کہ ان کو زندہ درگور کرتے تھے، لیکن اسلام نے عورت کو حقیقی آزادی دلا کر انہیں جینے کا حق دیا، دیگر معاشرتی حقوق سے نوازا، اور ایسے ایسے حقوق عطاء کیے جس کا تصور اسلام سے پہلے ناممکن تھا۔

شریعت مطہرہ نے مرد اور عورتوں کے حقوق کے متعلق سارے احکامات واضح کیے ہیں۔ لیکن پھر بھی عصر حاضر میں بہت سے لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ چنانچہ وزیرستانی سماج میں عورتوں کے حقوق کے متعلق بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نکاح کا مسئلہ، مہر کا مسئلہ، طلاق کا مسئلہ، خلع کا مسئلہ، تنسیخ نکاح (مفقود، مجنون) کا مسئلہ، میراث کا مسئلہ، تعلیم کا مسئلہ وغیرہ۔ اور ان مسائل نے نہایت گمبھیر صورتحال اختیار کرچکی ہے۔ حتیٰ کہ بعض مسائل رواج کی شکل اختیار کر چکے ہیں، جس کی وجہ سے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کے ساتھ

ساتھ اسلامی تعلیمات کی مخالفت بھی ہو رہی ہے۔

لہٰذا زیر نظر مقالہ میں وزیرستانی سماج میں حقوق نسواں کے متعلق متذکرہ بالا مسائل کا حل اور اسلامی تعلیمات کے متعلق بحث کی جائے گی۔

حق کا مفہوم:

قاموس المحیط نے حق کے معانی بیان کرتے ہوئے ایک معنیٰ یہ بھی لکھا ہے کہ "الحق يعني الملك"[1] کہ حق سے مراد ملکیت بھی ہے، جبکہ صاحب المنجد نے حق کا معنیٰ "سچائی، یقین، انصاف، ثابت شدہ[2]" لکھا ہے، اور انگلش میں اس کے لیے Right کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ "حقوق معاشرتی زندگی کے وہ لوازم ہیں جن کے بغیر عام طور پر فرد اپنی ذاتی صلاحیت کو پورے طور پر بروئے کار نہیں لا سکتا۔"[3]

وزیرستانی سماج میں نکاح کا طریقہ:

وزیرستانی سماج میں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکے کے گھر والے لڑکی کے گھر والوں کے ساتھ رشتہ کی بات طے کرنے کے لیے ایک مجلس کا انعقاد کرتے ہیں۔ جس کو مقامی زبان میں "لوس نیوائی" کہتے ہیں اور اس میں مہر طے کیا جاتا ہے اور مہر کم سے کم عموماً سات لاکھ تک ہوتا ہے، جس میں بعض لوگ سارا مہر رقم کی شکل میں طے کر لیتے ہیں اور بعض لوگ چند تولہ سونا اور کچھ رقم (مثلاً چار لاکھ روپے اور دو تولہ سونا) کی شکل میں طے کر لیتے ہیں اور عموماً یہ سارا مہر شادی کرنے سے پہلے ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔

[1] فيروز آبادي، محمد بن يعقوب، القاموس المحيط، (بيروت: مؤسسة الرسالة، 2005ء)، 2 : 162
Feroze Ābādī, Muḥammad bin Ya'qūb, Qāmūs Al-Muḥīṭ, MAktabah Dar Al-Ahiya Tarath al-Arabī, vol. 2, p. 162.

[2] لوئيس معلوف، المنجد، (كراچی، مكتبة دارالاشاعت)، ص 225
Louis Malūf , Al-Munjid, Maktaba Dār al-Ishā'at Karachi, p. 225

[3] **H.J. Laski, A Gemar of politics, 91**

وزیرستانی سماج میں نکاح کی رائج صورتیں:

1۔ وزیرستانی سماج میں عورتوں کا نکاح گھر والوں کی مرضی سے طے کیا جاتا ہے۔ والدین اور خاندان والے جس لڑکے کے ساتھ (چاہے وہ لڑکا نشے کا عادی ہو وغیرہ) نکاح کرنا چاہیں تو کر دیتے ہیں۔ یعنی اس میں عورت کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اور عموماً ایسا نکاح رقم کی لالچ میں ہوتا ہے۔

2۔ پہلی صورت میں یہ تذکرہ ہوا ہے کہ وزیرستانی سماج میں نکاح کے سلسلہ میں عورت کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ تو بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی فرد کو کسی عیب (مثلاً لنگڑا ہو) کی وجہ سے رشتہ نہیں مل رہا ہے تو ان کے گھر والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ ہم اس کے لیے بہر صورت رشتہ کی بندوبست کریں، اگرچہ مہر زیادہ مقرر ہو جائے۔ تو وہ جب کسی خاندان سے رشتہ طے کرتے ہیں تو لڑکی کے خاندان والے رقم کے لالچ میں ان کے ساتھ رشتہ طے کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔

3۔ وزیرستانی سماج میں اگر دو خاندانوں کے مابین قتل کا واقعہ پیش آجائے یعنی اگر ایک خاندان کسی دوسرے خاندان کا کوئی فرد قتل کر دے۔ پھر جب صلح کے لیے جرگہ ہوتا ہے تو صلح کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ قاتل کے خاندان سے لڑکی مقتول کے خاندان کے کسی فرد کے ساتھ بغیر کسی معاوضہ کے بیاہ دی جاتی ہے۔ اور اس کو مقامی زبان میں "نَکّہ" کہتے ہیں۔

4۔ بعض دفعہ وٹہ سٹہ کے ذریعے نکاح طے کر لیا جاتا ہے جس کو مقامی زبان میں "بدال" کہتے ہیں، لیکن اکثر اس میں مہر مقرر نہیں کیا جاتا۔

ان تمام صورتوں کا شرعی جائزہ

پہلی صورت کا شرعی حکم:

شریعتِ مطہرہ کی رو سے ایک عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، اگر گھر والوں نے یا والدین نے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہو گا بلکہ عورت کی اجازت پر موقوف ہو گا، اگر گھر والوں نے جبراً نکاح کیا اور اس نے انکار کیا تو نکاح منعقد نہیں ہو گا، البتہ اگر جبر کی صورت میں عورت نے رضامندی کا اظہار کیا

پھر نکاح منعقد ہو گا۔[1]

اس صورت میں عورت کے اختیار کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے بلکہ عورت کو مجبور کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں۔

دوسری صورت کا شرعی حکم:

نکاح کی یہ صورت شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں مندرجہ ذیل دو خرابیاں پائی جاتی ہے:

1۔ عورت کے اختیار کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ عورت کو مجبور کیا جاتا ہے، اور شرعاً ایسا کرنا جائز نہیں۔[2]

2۔ زیادہ رقم لے کر رشتہ کرانا رشوت کے زمرے میں آتا ہے، اور شریعت مطہرہ نے رشوت لینے اور دینے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ"[3]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔"

---

[1] حصكفي، محمد بن علي بن محمد بن علي بن عبد الرحمن، درالمختار، (بيروت: دارالفكر، 1992ء)، 3 : 58

Ḥaṣkafī, Muḥammad bin Ali bin Muḥammad bin Ali bin Abd al-Rahman, Dar al-Mukhtār, Dar al-Fikr, Beirūt, vol. 3, p. 58.

[2] ايضاً

ibid

[3] ترمذي، محمد بن عيسى، جامع الترمذي، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم، (مصر: مكتبة مصطفى البابي)، رقم الحديث: 1337

Tirmidhī, Muḥammad bin Īsā, Jāmi' al-Tirmidhī, Bāb Mā Jā'a fī al-Rāshī and Murtashī fi al-Ḥukam, Maktabah Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, Egypt, vol. 3 p. 615, Ḥadīth number: 1337

تیسری صورت کا شرعی حکم:

کسی فریق کو بدلِ صلح میں لڑکی کی نکاح کرانے کی رسم کو ونی یا سوارہ کہا جاتا ہے اور اس کو مقامی زبان میں "نکّہ" کہتے ہیں اور یہ محض جہالت اور ظلم پر مبنی رسم ہے اور یہ کئی مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے:

1۔ اس رسم کا شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

2۔ بدل صلح میں شرعاًمال کا ہونا ضروری ہے اور آزاد عورت شرعاًمال نہیں ہے۔[1]

3۔ مہر عورت کا واجب حق ہے اور اس صورت میں عورت حق مہر سے محروم رہتی ہے۔[2]

چوتھی صورت کا شرعی حکم:

وٹہ سٹہ کے ذریعے نکاح اس طریقے سے کرنا کہ اس میں عورتوں کے لیے مہر مقرر نہ ہو بلکہ دونوں عورتوں کو ایک دوسری کا مہر تصور کیا جائے اس کو فقہی اصطلاح میں "شغار" کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے لیکن ایسا کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے:

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "نکاح شغار" سے منع فرمایا ہے اور شغار یہ ہے کہ آدمی اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے گا اور ان کے درمیان مہر مقرر نہ کیا جائے (یعنی دونوں عورتوں کو ایک دوسری کا مہر تصور کیا جائے)"[3]

تاہم وٹہ سٹہ نکاح چاہے اس میں مہر مقرر ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اس سے کچھ مفاسد پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ:

---

[1] كاساني، علاءالدين، بدائع الصنائع، (بيروت: دارالكتب العلمية، 1986)، 1 : 285
Kāsānī, Alāddīn, Badā'i al-Ṣanā'i, Dār al-Kitab al-Ilmiyyah, Beirūt, vol. 1, p. 285.

[2] سورة النساء : آیت 11
Al-Nisā' : 11

[3] قشيري، مسلم بن حجاج، صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم النكاح الشغار وبطلانه، رقم الحديث: 1415
Qushayrī, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Bāb Taḥrim al-Nikāh al-Shighār wa Baṭlāna, Dār Aḥyā al-Turāth al-Araby, Beirūt, vol. 2, p. 1034, Ḥadīth No

1۔ اگر ایک طرف کی عورت کسی وجہ سے ناخوش ہو تو دوسری طرف کی عورت کو بدلہ کے طور پر بلاوجہ تنگ کیا جاتا ہے۔

2۔ میاں بیوی میں نااتفاقی کی صورت میں اگر ایک طرف کی عورت والدین کے گھر آجائے تو دوسری طرف کی عورت کو بھی اس کے والدین کے گھر بھیج دیا جاتا ہے اگرچہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ خوش ہو۔

3۔ ایک طرف ناچاقی کی صورت میں اگر طلاق ہو جائے تو دوسری طرف کی عورت کو بھی بدلے میں طلاق دی جاتی ہے۔

وزیرستانی سماج اور مہر

ماقبل میں وزیرستانی سماج میں نکاح کا طریقہ کار موضوع بحث تھا، جس میں مہر کم از کم سات لاکھ نقدی یا کچھ نقدی اور سونے کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔ لڑکی کے گھر والے اس مہر سے ان کے لیے سامان یعنی بیڈ، الماری، بستر، صندوق وغیرہ خریدتے ہیں اور بچ جانے والی رقم گھر والے اپنے پاس رکھتے ہیں اور لڑکی کو ادا نہیں کرتے۔

اس کا شرعی حکم:

مہر لڑکی کا اپنا حق ہے، اس میں ان کے ساتھ خاندان میں سے کوئی فرد شریک نہیں ہو سکتا ہے۔[1] قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ﴾[2]

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ ہاں! اگر وہ خود اس کا کچھ حصہ خوش دِلی سے چھوڑ دیں تو اُسے خوشگواری اور مزے سے کھالو۔"

اس آیت مبارکہ میں مردوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو ان کا مہر دے دو کیونکہ یہ مہر ان کا حق ہے۔

---

[1] كاساني، علاءالدين، بدائع الصنائع، 2 : 290
Kāsānī, Alāddīn, Badā'i al-Ṣanā'i, Dār al-Kitab al-Ilmiyyah, Beirūt, vol. 1, p. 290

[2] سورة النساء :آيت 4
Al-Nisā' :4

لہٰذا کسی بھی فرد کے لیے چاہے والد ہو، بھائی یا چچا ہو وغیرہ ان کی اجازت کے بغیر ذاتی استعمال میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"لا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ" [1]

"کسی مسلمان کا مال ان کی رضامندی کے بغیر استعمال کرنا حلال نہیں ہے۔"

طلاق کا مسئلہ:

طلاق کے سلسلہ میں خواتین کو وزیرستانی سماج میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر میاں بیوی کے مابین ناچاقی پیدا ہو جائے تو شوہر اس کو پنے ساتھ رکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے اور نہ اس کو طلاق دینے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اب بھی وہاں بہت سے خواتین ایسی ہے جو اس دلدل میں پھنس چکی ہے۔ اور ان کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔

اس کا شرعی حکم:

اس صورت کے متعلق جامعہ اشرف المدارس کراچی کا ایک جامع فتویٰ شائع ہوا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

> جب میاں بیوی ساتھ زندگی گزارنے پر کسی طرح راضی نہیں اور ایک دوسرے کا ساتھ نباہنا مشکل ہو جائے تو شوہر کے لئے بہتر ہے کہ اس بیوی کو طلاق دے دے اور اگر وہ اس پر راضی نہیں تو بیوی کوشش کر کے شوہر کو طلاق بالمال یا خلع پر کسی طرح راضی کر لے لیکن اگر پوری کوشش کے باوجود بھی شوہر طلاق بالمال اور خلع پر راضی نہ ہوتا ہو تو اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے دو صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں:
>
> **الف:** یہ کہ فریقین کسی کو ثالث (حکم) مقرر کریں اور اس کو میاں بیوی دونوں فسخِ نکاح کا مکمل اختیار دے دیں، تو اس صورت میں اگر ثالث میاں بیوی کو کسی ایک بات پر راضی نہ کر سکے تو پھر وہ دونوں کے درمیان نکاح فسخ (ختم) کر دے، اس صورت میں یہ فسخ شرعاً معتبر ہو گا اور دونوں کے درمیان نکاح ختم ہو جائے گا۔
>
> **ب:** بیوی کسی مسلمان قاضی یا جج کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دے کہ شوہر نہ معروف طریقے سے مجھے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے اور نہ میرا نان نفقہ ادا کرتا ہے اور میرے لئے عفت و عصمت کے ساتھ زندگی نہایت مشکل

---

[1] بیہقي، احمد بن الحسین، سنن الکبریٰ، باب من غصب لوحا فأدخله في سفينة أو بنى عليه جدارا، رقم الحدیث: 11545

Bayhaqā, Aḥmad bin Al-Ḥusain, Sunan al-Kubrā, Bāb Man Ghaṣana Loha Fa Adkhla fi Safīna aou Banā Alayhi Jadāran, Darul Kitab Ilmiyyah, Beirūt, Vol. 6, p. 166, Ḥadīth No.: 11545

ہورہی ہے، لہٰذا امیرا نکاح فسخ کر دیا جائے تو اس صورت میں عدالت شوہر کو بلا کر کہے گی کہ یا تو عورت کے حقوق اور نان نفقہ ادا کرو، یا اس کو طلاق دیدو، تو اگر شوہر ان میں سے کسی ایک بات پر راضی ہو جائے تو ٹھیک ورنہ عدالت دونوں کے درمیان نکاح فسخ کر دے گی، ان دونوں صورتوں میں یہ عورت عدتِ طلاق تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

واضح رہے کہ صرف پانچ عیوب کی بنیاد پر مسلم عدالت یا قاضی دونوں کے درمیان نکاح فسخ یا تفریق کر سکتے ہیں: 1۔ شوہر مجنون (پاگل) ہو گیا ہو۔ 2۔ جب شوہر نامرد ہو۔ 3۔ جب وہ بالکل لاپتہ (مفقود) ہو گیا ہو۔ 4۔ جب غائب غیر مفقود کی صورت ہو۔ 5۔ جب وہ نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہے۔ ان صورتوں کے علاوہ عدالت یا قاضی کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں۔[1]

وزیرستانی سماج میں اکثر مسائل جرگہ یا قاضی کے ذریعے حل کیے جاتے ہیں تو اس صورت میں عورت کے لیے اپنا مقدمہ علاقہ کے قاضی کے سامنے دائر کرنا چاہیے تاکہ وہ شریعت مطہرہ کا مقررہ طریقہ پر فیصلہ صادر کرے۔

وزیرستانی سماج اور خلع:

وزیرستانی سماج میں خلع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر بیوی شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو شوہر اس سے مہر کے بدلے اس کے ساتھ خلع پر راضی ہوتا ہے۔ لیکن اس صورت میں اکثر شوہر کی طرف سے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اس عورت کو ہماری قومی شاخ میں نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

اس کا شرعی حکم:

شریعت مطہرہ نے جس طرح شوہر کو طلاق کا اختیار دیا ہے اسی طرح عورت کو خلع کا اختیار بھی دیا ہے کہ اگر بیوی کسی وجہ سے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو اس کو شوہر سے خلع لینے کا اختیار ہے۔ متذکرہ بالا صورت بھی خلع کی ہے لہٰذا شرعاً یہ درست ہے[2] لیکن شوہر کی طرف سے جو شرط لگائی جاتی ہے یہ شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ اس

---

[1] دارالافتاء جامعة اشرف المدارس کراچی، فتوی نمبر ۵۹/۵۷
Dārul Iftā Jāmia Ashraf Madāris Karachi, Fatwa No. 59/57

[2] الفرغاني المرغيناني، ابوالحسن برهان الدين، علي بن أبي بكر، الهداية، (بيروت: دار احياء التراث العربي)، 2 : 262
Al-Farghānī al-Marghinānī, Abul Ḥasan Burhān al-Din, Ali bin Abi Bakr, Al-Hidāyah,

صورت میں عورت کا اختیار نکاح کو ختم کرنا ہے اور عورت کا اختیار نکاح ختم کرنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔[1]

وزیرستانی سماج اور تنسیخ نکاح:

وزیرستانی سماج میں ایک گمبھیر مسئلہ تنسیخ نکاح کا بھی ہے، بالخصوص مفقود شخص کے متعلق کیونکہ قبائلی علاقہ جات میں مختلف قسم کے آپریشنز کے نتیجے میں درجنوں شادی شدہ افراد لاپتہ ہیں جن کا تاحال کوئی علم نہیں ہے، ایسی خواتین کی زندگی نہایت مشکل ہوتی ہے، تاہم بعض لوگوں نے شریعت مطہرہ کے مطابق باقاعدہ تنسیخ نکاح کیا ہے اور اب ان کی دوسری جگہ شادی بھی ہوئی ہے، اور ان مسائل کو علاقہ کی مشہور شخصیت مولانا قاضی عبدالصمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حل کرتے تھے۔

وزیرستانی سماج اور حق وراثت:

وزیرستانی سماج میں وراثت کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور وہاں کی خواتین کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا بلکہ انھیں ہمیشہ وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے۔

خواتین کی وراثت کے متعلق شرعی احکامات:

تقسیمِ میراث کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مفصل بیان فرمایا ہے جس میں ہر ایک کا حصہ واضح بیان فرمایا ہے، چنانچہ مرد کے حصہ کے متعلق ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ[2] مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصص کے برابر ہوگا۔

Dārahiya Tarāth al-Arabi, Beirut, vol. 2, p. 262.

[1] حصكفي، محمد بن علي بن محمد بن علي بن عبد الرحمن، درالمختار، بيروت: دارالفكر)، 3 : 58
Ḥaṣkafī, Muḥammad bin Ali bin Muḥammad bin Ali bin Abd al-Rahman, Dar al-Mukhtār, Dar al-Fikr, Beirūt, vol. 3, p. 58.

[2] سورة النساء : آیت 11
Al-Nisā' : 11

بیٹی کی میراث:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾[1]

"اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اور اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو یا دو سے زیادہ تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہے انہیں اس کا دو تہائی حصہ ملے گا اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اس سے (ترکہ کا) آدھا حصہ ملے گا۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی کی میراث کی تین صورتیں ہیں:

1۔ اگر میت کا بیٹا اور بیٹی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا حصہ ایک گنا ہو گا۔

2۔ اگر میت کی صرف بیٹیاں ہوں تو ان سب کو دو تہائی حصہ ملے گا اور ان سب کے درمیان برابر تقسیم ہو گا۔

3۔ اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو تو اس کو نصف (آدھا) ملے گا۔

ماں کی میراث:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾[2]

"اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو، اور اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں تہائی حصے کی حق دار ہے، ہاں اگر اس کے کئی بھائی ہو تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔"

---

[1] ایضاً

ibid

[2] ایضاً

ibid

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کو میراث ملنے کی تین صورتیں ہیں:

1۔ میت کی اولاد میں سے کوئی ایک موجود ہو یا کسی بھی قسم کے دو بھائی، بہن موجود ہوں خواہ دونوں بھائی ہوں یا دونوں بہنیں یا بہن بھائی مخلوط ہوں تو اس صورت میں ماں کو سدس (چھٹا) دیا جائے گا۔

2۔ میت کی نہ اولاد ہو اور نہ ہی کسی قسم کے دو بھائی، بہن ہوں اور میت کے باپ اور احدالزوجین (میاں، بیوی میں سے ایک) ہو تو شوہر یا بیوی کا حصہ نکال کر، ماں کو باقی میں سے ثلث (تہائی) دیا جائے گا۔

3۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے ایک نہ ہو تو ماں کو کل مال کا ثلث (تہائی) دیا جائے گا۔

نوٹ: دوسری صورت میں میت کا احدالزوجین (میاں بیوی میں سے ایک) اور باپ دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک نہ ہو پھر یہ حکم نہیں ہو گا بلکہ تیسری صورت میں ذکر کردہ حکم ہو گا۔

بہن کی میراث:

بہن کی میراث کی پانچ صورتیں ہیں:

1۔ میت کا حقیقی بھائی، اب، جد، مذکر اولاد اور مؤنث اولاد میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس صورت میں بہن کو نصف (آدھا) دیا جائے گا۔

2۔ میت کا مذکورہ بالا پانچوں میں سے کوئی موجود نہ ہو لیکن بہنیں ایک سے زائد ہوں تو اس صورت میں ان کو ثلثان (دو تہائی) دیا جائے گا۔

3۔ میت کا اب، جد اور مذکر اولاد موجود ہو تو اس صورت میں بہن کو کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا بلکہ محروم رہے گی۔

۴۔ میت کا محروم کرنے والے مذکورہ بالا تینوں میں سے کوئی موجود نہ ہو لیکن میت کا بھائی موجود نہ ہو تو اس صورت میں یہ خود عصبہ ہوتا ہے اور بہن کو بھی عصبہ بنا دیتا ہے، لہٰذا ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ میراث ان کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت تقسیم ہو گی۔

۵۔ میت کا محروم کرنے والے مذکورہ بالا تینوں میں کوئی موجود نہ ہو لیکن میت کی مؤنث اولاد موجود ہو تو

اس صورت میں بہن عصبہ ہو گی لیکن مؤنث اولاد کا عصبہ ہونا ضروری نہیں۔[1]

وزیرستانی سماج اور تعلیم نسواں:

علم کی افادیت اور اہمیت بالکل صاف اور واضح ہے، چنانچہ سعادت دارین کے حصول کا بہترین ذریعہ حصول علم ہی ہے۔ اور شریعت مطہرہ کے ہاں یہ علم مردوزن دونوں کے لیے ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[2]

"کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر نہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں مردوزن کی کوئی تخصیص نہیں ہے، بلکہ عموم استعمال ہوا ہے کہ فوقیت علم والے کو ہے چاہے مرد ہو یا عورت۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

" طَلَبُ العِلمِ فَريضةٌ على كلِّ مُسلِمٍ."[3]

"علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

اس حدیث میں بھی مردوزن کی کوئی تخصیص نہیں ہے، بلکہ مسلمان کا ذکر ہوا ہے چاہے مرد ہو یا عورت، لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے حصولِ علم کے لیے مردوزن کا کوئی فرق نہیں کیا ہے، بلکہ تعلیم و تعلّم میں دونوں برابر ہیں۔

[1] شہید، مفتی، محمد مجاہد، تسہیل الفرائض: ص 23

Shahīd, Muftī, Muḥammad Mujāhid, Tashīl Al-Farā'idh, Maktaba Al-Ārifi, p. 23

[2] سورة الزمر :آیت 19

Al-Zumar: 19

[3] ابن ماجة، ابو عبدالله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، رقم الحديث : 234

Ibn Mājah, Abu Abdullah Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī, Sunan Ibn Mājah, Bab Faḍl al-Ulamā wa Ḥath al-Ṭalab al-'Ilm, Dār al-Iḥyā Kutub al-Arabiya, Vol. 1, p. 82, Ḥadīth No.: 234

تجاویز وسفارشات:

1۔ ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اسلامی تعلیمات پھیلانے میں کرادار ادا کرے۔

2۔ وزیرستانی سماج میں حقوق نسواں کی آگاہی کے لیے مختلف سمینار اور کانفرنسوں کاانعقاد کرنا چاہیے۔

3۔ وزیرستان میں موجود علمائے کرام کو جمعہ کے خطبہ میں اس موضوع کو زیر بحث لانا چاہیے۔

4۔ معاشرہ میں موجود شریعت مطہرہ کے خلاف رسومات کا خاتمہ کرنا ضروری ہے۔